پروفیسر حافظ احمد یارؒ

سُوْرَةُ الْبَقَرَة

آیات ۱۰۶ -- ۱۰۷

ملاحظہ : کتاب میں حوالہ کیلئے قطعہ بندی (پیراگرافنگ) میں بنیادی طور پر تین ارقام (نمبر) اختیار کئے گئے ہیں۔ سب سے پہلا (دائیں طرف والا) ہندسہ سورۃ کا نمبر شمار ظاہر کرتا ہے۔ اس سے اگلا (درمیانی) ہندسہ اس سورۃ کا قطعہ نمبر (جو زیر مطالعہ ہے اور جو کم از کم ایک آیت پر مشتمل ہوتا ہے) ظاہر کرتا ہے۔ اس کے بعد والا (تیسرا) ہندسہ کتاب کے مباحثِ اربعہ (اللغۃ' الاعراب' الرسم اور الضبط) میں سے زیر مطالعہ مبحث کو ظاہر کرتا ہے۔ یعنی علی الترتیب اللغۃ کیلئے ۱' الاعراب کیلئے ۲' الرسم کیلئے ۳' اور الضبط کیلئے ۴ کا ہندسہ لکھا گیا ہے۔ بحث اللغۃ میں چونکہ متعدد کلمات زیرِ بحث آتے ہیں اس لئے یہاں حوالہ کی مزید آسانی کے لئے نمبر ۱ کے بعد قوسین (بریکٹ) میں متعلقہ کلمہ کا ترتیبی نمبر بھی دیا جاتا ہے۔ مثلاً ۲:۵:۱(۳) کا مطلب ہے سورۃ البقرہ کے پانچویں قطعہ میں بحث اللغۃ کا تیسرا لفظ اور ۲:۵: ۳ کا مطلب ہے سورۃ البقرہ کے پانچویں قطعہ میں بحث الرسم۔ وھکذا۔

۲ : ۶۴

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ؕ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ○ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ○

۲ : ۶۴ : ۱ اللغة

لغوی اعتبار سے تو اِس پورے قطعہ میں صرف ایک ہی لفظ "نَنْسَخْ" نیا ہے' باقی تمام کلمات براہِ راست یا بالواسطہ پہلے گزر چکے ہیں۔ لہٰذا عبارت کو چھوٹے چھوٹے جملوں میں

تقسیم کر کے ہر ایک کلمہ کا ترجمہ مع گزشتہ حوالہ لکھ دینا کافی ہوگا۔

۲ : ۶۴ : ۱(ا) [مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا.....]

❶ "مَا" (جو بھی۔ جس کو بھی) یہاں "مَا" موصولہ بطور شرطیہ ہے' دیکھئے [۲:۲:۱(۵)]

❷ "[نَنْسَخْ]" کا مادہ "ن س خ" اور وزن "نَفْعَلْ" ہے۔ یعنی یہ فعل مجرد سے صیغہ مضارع مجزوم جمع متکلم ہے (جزم کی وجہ "الاعراب" میں آئے گی)۔

● اِس مادہ سے فعل مجرد "نسَخ...... ینسَخُ نَسْخاً" (فتح سے) آتا ہے اور اس کے بنیادی معنی ہیں "......کو (اس کی جگہ سے) ہٹا دینا۔ مٹا دینا" (اس کی جگہ کوئی دوسری چیز لائی جائے یا نہ لائی جائے)۔ اس فعل کا مفعول بنفسہٖ (منصوب) آتا ہے' مثلاً کہتے ہیں "نسخَتِ الریح الأثرَ" (ہوا نے نشان کو مٹا دیا)۔ پھر اس فعل میں بلحاظ استعمال کئی مفہوم پیدا ہوتے ہیں۔

❶ بعض دفعہ اس میں کسی چیز کو ہٹا کر خود (فاعل کا) اس کی جگہ لے لینے کا مفہوم ہوتا ہے' مثلاً کہتے ہیں "نسخَ الشیبُ الشبابَ" (بڑھاپے نے جوانی کو ہٹا دیا' یعنی خود اس کی جگہ لے لی) ❷ اور بعض دفعہ ان ہی معنوں کے لئے ہٹائی جانے والی چیز تو عبارت میں مفعول بنفسہٖ (منصوب) ہو کر آتی ہے مگر اس کی جگہ لائی جانے والی چیز کا ذکر "بِ" (کے ذریعے) کا صلہ لگ کر ہوتا ہے۔ مثلاً کہتے ہیں "نسَخ شیئاً بشیءٍ" (اس نے ایک چیز کو کسی دوسری چیز سے ہٹا دیا یعنی پہلی کو ہٹا کر دوسری اس کی جگہ لایا) تاہم یہ "بِ" کے صلہ والا) استعمال قرآنِ کریم میں نہیں آیا۔ ❸ پھر اسی سے اس فعل میں "ہٹا کر دوسری جگہ لے جانا" کے معنی پیدا ہوتے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں "نسختِ الشمسُ الظلَّ" (سورج نے سائے کو ہٹا دیا' یعنی اسے دوسری جگہ لے گیا) اور ❹ پھر اسی "منتقل کرنا" سے اس میں اصل کے مطابق "نقل کرنا" کے معنی آتے ہیں یعنی اصل کو ہٹائے یا مٹائے بغیر بلکہ اسے ثابت اور برقرار رکھتے ہوئے اس جیسی دوسری چیز تیار کر لینا۔ مثلاً کہتے ہیں "نسخَ الکتابَ" (اس نے کتاب (سے دوسری کتاب یا عبارت) حرف بحرف نقل کر لی ، لکھ لی۔)

● قرآنِ کریم کی کتابت میں (عموماً) استعمال ہونے والے خط کو "خطِ نسخ" (جو عربی خطوطِ جمیلہ کی ایک قسم ہے) اسی لئے کہتے ہیں کہ قرآنِ کریم کا ہر نسخہ ہمیشہ کسی دوسرے نسخہ سے (بلحاظ طریق املاء و ہجاء) ہو بہو نقل کیا جاتا ہے۔ [خود "نسخة" کا لفظ' جو فعل نسَخ ینسَخ سے ہی ماخوذ ایک اسم ہے' قرآنِ کریم میں آیا ہے (الاعراف : ۱۵۴) جس کے اصل معنی تو ہیں "جس سے نقل کیا گیا" (منقول عنہ) تاہم جو "نقل کیا گیا" (منقول) اسے بھی "نُسخة" ہی کہتے ہیں

کیونکہ وہ اصل کا قائم مقام ہے۔ یہ لفظ (نسخہ) اُردو میں (بعض دوسرے معانی کے لئے بھی) مستعمل ہے۔

● اور اِس فعل "نَسَخَ" کے ان ہی (مندرجہ بالا) معانی میں استعمال کی بناء پر راغب رحمۃ اللہ علیہ نے (مفردات میں) لکھا ہے کہ "نَسْخ" میں "ازالۃ" (یعنی اصل کو ہی ہٹا یا مٹا دینا) کا مفہوم بھی ہوتا ہے اور کبھی (اصل کے) "اثبات" (برقرار رکھنا) کا مفہوم بھی ہوتا ہے اور کبھی بیک وقت دونوں مفہوم موجود ہوتے ہیں۔

● اور اِس "ہٹا دینا' مٹانا" سے ہی اس فعل "نَسَخ ینسَخ" کا ایک ترجمہ "منسوخ کر دینا" بھی کیا جا سکتا ہے اور کیا گیا ہے۔ ("منسوخ" خود اس فعل سے اسم المفعول ہے بمعنی "ہٹا دیا ہوا") اور چونکہ اُردو--- خصوصاً پُرانی اُردو--- میں "موقوف کرنا" بمعنی "ہٹا دینا' برطرف کرنا" (مثلاً نوکری سے) بھی استعمال ہوتا ہے اِس لئے بعض مترجمین قرآن نے اس کا ترجمہ "موقوف کرنا" بھی کیا ہے۔

● اس فعل مجرد سے قرآنِ کریم میں صرف فعل مضارع کے دو ہی صیغے دو جگہ آئے ہیں (دوسرا صیغہ الحج :۵۲ میں ہے)۔ اس کے علاوہ مزید فیہ کے باب استفعال سے ایک صیغہ فعل اور ثلاثی مجرد سے ماخوذ ایک اسم "نُسْخَۃ" بھی ایک جگہ آیا ہے (جس کا ابھی اُوپر ذکر ہوا ہے)

● قرآنِ کریم میں یہ فعل مجرد (دونوں جگہ) اپنے اصل بنیادی ("ہٹا دینا" والے) معنیٰ میں ہی استعمال ہوا ہے۔ اس طرح یہاں "مَا نَنْسَخْ" کا لفظی ترجمہ بنتا ہے "جو بھی / جس کو بھی ہم ہٹا دیتے ہیں / موقوف کر دیتے ہیں / منسوخ کر دیتے ہیں"۔ بعض مترجمین نے "کر دیتے" کی بجائے (جس میں "تکمیل" یعنی "پوری طرح کرنا" کا مفہوم ہے) صرف "کرتے" سے ترجمہ کیا ہے جو لفظ سے زیادہ قریب ہے۔ بعض نے زمانہ حال کی بجائے صرف مضارع یعنی "کر دیں" سے ہی ترجمہ کیا ہے۔ (عربی میں مضارع زمانہ حال اور مستقبل دونوں کا مفہوم رکھتا ہے) جب کہ بعض حضرات نے ضمیر تعظیم کا لحاظ کرتے ہوئے "ہم منسوخ فرما دیں" سے ترجمہ کیا ہے۔ البتہ جن حضرات نے "مَا" کا ترجمہ ("جو بھی / جس کو بھی" کی بجائے) "جب" سے کیا ہے یہ محلِ نظر ہے' کیونکہ یہ تو "اِذَا" یا "اِذْ" کا ترجمہ لگتا ہے۔ اور "مَا" اگر ظرفیہ بھی ہو تو اس کا اُردو ترجمہ "جب تک یا جتنی دیر تک" ہوتا ہے۔

۳ "مِنْ آیۃٍ" (کسی آیت میں سے / کوئی بھی آیت) "مِن" جو مشہور حرف الجر ہے یہاں تبعیض کے لئے بھی ہو سکتا ہے اور تنصیص نکرہ (نکرہ کی قطعیت اور تاکید) کے لئے

بھی۔ دیکھئے البقرہ :۳[۲:۲:۱:۱(۵)]۔ پہلی (تبعیض کی) صورت میں اس مرکب کا ترجمہ "کسی آیت/ میں سے/ کا کچھ حصّہ" ہو سکتا ہے۔ مترجمین میں سے بعض نے اس کا ترجمہ "آیتوں میں سے" کی صورت میں کیا ہے جس میں واحد کا بصورتِ جمع ترجمہ تفسیری ہی ہو سکتا ہے۔ اسی طرح بعض نے "کسی آیت کا حکم" سے ترجمہ کیا ہے۔ اس میں "حکم" کا اضافہ بھی تفسیری ہے۔ دوسری صورت (تنصیص) میں اس کا ترجمہ "کوئی بھی آیت/ جس بھی آیت کو/ کسی بھی آیت کو" ہونا چاہئے۔ اکثر مترجمین نے "بھی" کے بغیر صرف "کوئی آیت/ کسی آیت" سے ترجمہ کیا ہے جو بظاہر صرف لفظ "آیۃ" کا ترجمہ لگتا ہے۔ تنصیص کے مفہوم کے لئے اُردو میں "بھی" کا لانا ضروری تھا' تاہم "کسی یا کوئی" میں نکرہ کا مفہوم آگیا ہے۔ بعض نے صرف "جو آیت/ جس آیت" سے ترجمہ کیا ہے جس میں نہ تبعیض کا مفہوم ہے نہ تنصیص والی تاکید اور قطعیت کا۔ دوسرا لفظ "آیۃ" ہے جس کا مادہ "أ ی ی" اور وزن اصلی (غالباً) "فَعَلَةٌ" ہے۔ اس پر مفصل بحث البقرہ :۳۹[۲:۲۷:۱(۵)] میں گزر چکی ہے۔ اس لفظ کے قرآنی ضبط پر آگے بات ہوگی' کیونکہ یہاں جو ہم نے اسے "آ" کے ساتھ لکھا ہے یہ عام املائی رسم ہے۔

۴ [اَوْ نُنْسِهَا] یہ دراصل تین کلمات اَوْ + نُنْسِ + هَا کا مرکب ہے۔ ان میں سے "اَوْ" (بمعنی "یا") کے استعمال پر البقرہ :۱۹[۲:۱۴:۱(۱)] میں بات ہو چکی ہے۔ آخری لفظ "هَا" ضمیر واحد مؤنث غائب (بمعنی "اس کو") ہے--- اور کلمہ "نُنْسِ" کا مادہ "ن س ی" اور وزن اصلی "نُفْعِلُ" ہے۔ یعنی یہ بابِ افعال سے فعل مضارع مجزوم کا صیغہ جمع متکلم ہے (جزم کی وجہ آگے "الاعراب" میں آئے گی) یہ اصل میں "نُنْسِیُ" تھا۔ جزم کی وجہ سے "نُنْسِیْ" ہوگیا اور ناقص مجزوم کے قاعدے کی بنا پر آخری "ی" گر کر اس کی (استعمالی) صورت "نُنْسِ" ہوگئی جس کا وزن اب "نُفْعِ" رہ گیا ہے۔

● اِس مادہ سے فعل مجرد "نَسِیَ یَنْسَی" (بھول جانا' ترک کرنا) کے باب اور معانی و استعمال پر البقرہ :۴۴[۲:۲۹:۱(۸)] میں مفصل بات ہو چکی ہے (کلمہ تَنْسَوْنَ کے ضمن میں)۔

● اس سے بابِ افعال کے فعل اَنْسٰی یُنْسِی اِنْسَاءً" (دراصل اَنْسَیَ یُنْسِیُ اِنْسَایًا) کے معنی ہیں: بھلا دینا' ذہن سے اُتار دینا' فراموش کر دینا۔ اس متعدی فعل کے ہمیشہ دو مفعول اور دونوں بنفسہٖ (منصوب) آتے ہیں۔ پہلا مفعول وہ شخص ہوتا ہے جس کو بھلا دیا جائے یا اس کے ذہن سے اُتار دیا جائے--- دوسرا مفعول وہ چیز یا بات ہوتی ہے جو اس (شخص) کو بھلا دی جائے اور جس کو اس (شخص) کے ذہن سے اُتار دیا جائے۔ مثلاً کہتے ہیں "اَنْسَی الرَّجلَ

الشیئَ" (اس نے آدمی کو چیز بھلا دی' فراموش کرا دی) اور قرآنِ کریم میں ہے نَسُوا اللّٰہَ فَاَنْسَاھُمْ اَنْفُسَھُمْ (الحشر:۱۹) یعنی "وہ بھول گئے اللہ کو تو اس نے بھلا دیئے ان کو ان کے (اپنے) نفس (جانیں)۔"

● بعض دفعہ اس فعل کا ایک مفعول محذوف (غیرمذکور) ہوتا ہے جو سیاق عبارت سے سمجھا جاتا ہے۔ قرآنِ کریم میں اس فعلِ (اَنْسٰی یُنْسِی) کے مختلف صیغے سات جگہ آئے ہیں اور ان میں سے چھ مقامات پر دونوں مفعول مذکور ہوئے ہیں۔ صرف ایک (زیرِ مطالعہ) آیت میں پہلا مفعول محذوف ہے۔ گویا یہاں "نُنْسِھَا" دراصل "نُنْسِکَھَا" سمجھا جائے گا (یعنی ہم بھلا دیتے ہیں تجھ کو وہ) اور "وہ" (ھَا) سے مُراد آیت ہے جو پہلے مذکور ہے۔ اور یہاں مقدر (محذوف) ضمیر منصوب (کَ) بظاہر مخاطب اول (رسول اللہ ﷺ) کے لئے ہے۔

● اِس طرح "اَوْنُنْسِھَا" کا لفظی ترجمہ بنتا ہے "یا ہم بھلا دیتے ہیں (تجھے) اس کو/ یا ہم اُتار دیتے ہیں (تیرے) ذہن سے اس کو/ یا ہم فراموش کرا دیتے ہیں (تجھے/ ذہنوں سے) اس کو"... جسے اکثر مترجمین نے "بھلا دیتے ہیں" سے ترجمہ کیا ہے۔ ایک آدھ نے "بھلا دیں" (بصورتِ مضارع) کیا ہے۔ بعض نے "فراموش کرنا/ کرانا" استعمال کیا ہے اور ایک نے "ذہن سے اُتار دینا" سے کام لیا ہے۔

● سوائے ایک مترجم کے سب نے "نُنْسِ" میں مستتر ضمیر (نَحْنُ = ہم) کا ترجمہ نہیں کیا' بلکہ سابقہ فعل "نَنْسَخْ" کے ترجمہ میں "ہم" کے استعمال کو کافی سمجھا ہے۔ اسی طرح یہاں منصوب ضمیر مفعول (ھَا) کا ترجمہ بھی (غالباً محاورے کی بنا پر) اکثر نے نظرانداز کر دیا ہے۔ اور سابقہ لفظ "آیت" (مِنْ آیۃٍ) کے ذکر پر اکتفا کیا ہے (کیونکہ یہ ضمیر (ھَا) اسی (آیۃ) کے لئے ہے۔ صرف ایک دو مترجمین نے اس کے لئے ترجمہ میں "اس کو/ اسے" کا اضافہ کیا ہے۔ اور بعض نے دوبارہ لفظ آیت استعمال کرتے ہوئے اس "ھَا" کا ترجمہ "اس آیت (ہی) کو" کی صورت میں کیا ہے۔ اسی طرح مقدر (غیرمذکور) مفعول اول کا ذکر بھی قریباً سب نے نظرانداز کیا ہے۔ صرف ایک آدھ نے اس کے لئے قوسین میں بطور وضاحت (تمہارے) اور ایک نے (ذہنوں سے) کے ساتھ ترجمہ کیا ہے... بلحاظ مفہوم سب تراجم یکساں ہیں۔

۲ : ۶۴ : ۱(۲) [نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْھَآ اَوْ مِثْلِھَا] یہ تمام کلمات بھی پہلے گزر چکے ہیں' اس لئے یہاں ہر ایک کا مختصراً ذکر اور گزشتہ حوالہ کافی ہو گا۔

❶ "نَاْتِ" جس کا مادہ "ا ت ی" اور وزن اصلی "نَفْعِلُ" ہے' یہ ثلاثی مجرد کے فعل

"اُتَیَ یَأْتِی" (دراصل اُتَیَ یَاْتِیُ) سے فعل مضارع مجزوم کا صیغہ جمع متکلم ہے جو ابھی اُوپر مذکور کلمہ "نُنْسِ" کی طرح تعلیل ہو کر نَأْتِیُ = نَأْتِی=نَأْتِ بنا ہے اور اب اس کا وزن "نُفْعِ" رہ گیا ہے۔ اس فعل مجرد (اَتَی یَاْتِی) کے باب' معانی اور استعمال پر مفصل بات البقرہ : ۲۳[۲ : ۱۷ : ۱ (۴)] میں کلمہ "فَاْتُوا" کے ضمن میں گزر چکی ہے۔ یہاں اس کا ترجمہ "بِ" کے صلہ کی بناء پر (جو اگلے کلمہ "بِخَیْرٍ" کے شروع میں ہے) یعنی "نَاْتِ بِ .....= تو ہم لاتے ہیں"--- ہوگا۔

❷ "بِخَیْرٍ" ابتدائی "بِ" تو فعل "نَاْتِ" کا صلہ ہے (جس سے فعل اَتٰی بِ .... "لے آنا" کے معنی دیتا ہے) اور کلمہ "خَیْر" یہاں افعل التفضیل کے معنی میں ہے' یعنی "بہتر' زیادہ اچھا/ اچھی"... اس لفظ (خَیر) کے معنی اور استعمال پر البقرہ :۵۴ [۲: ۳۴: ۱ (۵)] میں بات ہو چکی ہے۔

❸ "مِنْهَا" جو دو کلمات (مِنْ + هَا) کا مرکب ہے' اس میں من یہاں "تفضیلیة" ہے اور مجاوزة (آگے نکلنا) کا مفہوم دیتی ہے۔ دیکھئے البقرہ :۳ [۲: ۲: ۱ (۵)] اور هَا ضمیر مؤنث واحد غائب بمعنی "اس" ہے۔ یوں "مِنْهَا" کا ترجمہ ہوا "اس سے / اس کے مقابلے پر / اس کی نسبت۔"

❹ "اَوْ مِثْلِهَا" یہ بھی (اُوپر مذکور "اَوْ نُنْسِهَا" کی طرح) دراصل تین کلمات "اَوْ + مِثْلِ + هَا کا مرکب ہے۔ "اَوْ" (بمعنی "یا") مختلف مفہوم دیتا ہے۔ دیکھئے :البقرہ :۱۹ [۲: ۱۴: ۱ (۱)] "مِثْل" کا ترجمہ "مانند' جیسا' ہم پلہ' برابر" اور "کی مثل" بھی ہو سکتا ہے۔ اس لفظ کے مادہ' معنی اور استعمال پر البقرہ :۲۳ [۲: ۱۷: ۱ (۶)] میں بات ہوئی تھی۔ اور ضمیر مجرور (ها) کا ترجمہ "اس کی / کا" ہے مگر مثل کے ساتھ مل کر اس (مثلها) کا ترجمہ "اس جیسی' ویسی ہی" کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اگرچہ بعض نے "مثل اس کے' اس کے برابر اور ان کی مانند" (آیت کو بمعنی جمع لے کر) بھی کیا ہے اور بعض نے صرف ضمیر کی بجائے اس کے مرجع کو بھی ساتھ لے کر ترجمہ "اس آیت ہی کی مثل" سے بھی کیا ہے۔ مفہوم سب کا ایک ہے۔

● یوں اِس حصہ آیت (نَاْتِ بِخَیْرٍ مِنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا) کا لفظی ترجمہ بنتا ہے "تو (اس "تو" کی وجہ آگے "الاعراب" میں بیان ہوگی) ہم لاتے / لے آتے ہیں اس سے بہتر یا اس کے برابر / اس کی مثل / مثل اس کی / اس جیسی / ویسی ہی۔" زیادہ تر مترجمین نے ان ہی مذکور متبادل الفاظ کے ساتھ ترجمہ کیا ہے' البتہ اُردو عبارت کی ساخت کے اعتبار سے فعل کا ترجمہ جملے کے آخر پر لائے ہیں۔ البتہ بعض نے بصورت مستقبل ترجمہ "لائیں گے" کے ساتھ کیا ہے' جس

کی بلحاظ سیاقِ عبارت چنداں ضرورت نہ تھی۔ بعض مترجمین نے "نَاْتِ بِ...." کا ترجمہ "پہنچاتے' بھیج دیتے/ نازل کر دیتے ہیں" کی صورت میں کیا ہے جو بلحاظ مفہوم درست ہے' اگرچہ لفظ سے قدرے ہٹ کر ہے۔ بعض نے ضمیر "ھَا" کا ترجمہ دونوں جگہ (مِنْھَا اور مِثْلِھَا) ضمیر کے مرجع "آیة" (کے اسم ظاہر) کے ساتھ کیا ہے یعنی "اس آیت سے بہتر یا اس آیت ہی کی مثل" کی صورت میں--- اور بعض نے "مِثْلِھَا" کا ترجمہ "ویسی ہی اور آیت" سے کیا ہے۔ یہ سب وضاحتی یا تفسیری ترجمے ہیں' ورنہ ضمیر کا بصورتِ ضمیر ترجمہ کرنے میں کوئی قباحت نہیں' بلکہ اکثر نے یہی کیا ہے۔

● زیرِ مطالعہ آیت کے اس حصّہ میں (جس پر ابھی دو حصّے کر کے بات ہوئی ہے' یعنی "مَا نَنْسَخْ ...... نُنْسِھَا" اور "نَاْتِ ..... مِثْلِھَا" کی صورت میں) اس کے مجموعی ترجمے میں یہ جو کسی آیت کو منسوخ کرنے یا بھلا دینے اور پھر ویسی ہی بلکہ اس سے بہتر آیت لانے کا ذکر ہے (اور قرآنِ کریم کی ایک اور آیت "وَاِذَا بَدَّلْنَا اٰیَةً مَّکَانَ اٰیَةٍ..... الخ (النحل :۱۰۱) میں بھی یہی مضمون ہے)۔ اس کا تعلق "نسخ فی القرآن" کی مشہور بحث سے ہے اور اس موضوع پر مستقل تصانیف بھی ہیں (جن میں ایک مصری عالم ڈاکٹر مصطفیٰ زید کی ایک ہزار صفحات پر مشتمل دو جلدوں میں شائع شدہ کتاب "النسخ فی القرآن" قابل ذکر ہے) اور تفسیری مباحث بھی----- جن میں بہت کچھ افراط اور تفریط سے بھی کام لیا گیا ہے۔ بہرحال "نسخ" کی اصطلاحی تعریف (کسی حکم کو ہمیشہ کے لئے اور ہر شخص کے لئے ختم کر دینا) کے مطابق اور ان معنوں میں قرآنِ کریم کی کوئی آیت مطلقاً منسوخ نہیں ہے۔ جزوی اور وقتی نسخ کے لئے الگ اصطلاحات (عام' خاص' مطلق' مقید وغیرہ) بھی موجود ہیں۔ اس بناء پر اس پیچیدہ بحث کے لئے کسی اچھی اور معتمد علیہ تفسیر یا اصول تفسیر یا علوم القرآن کی کتاب کا مطالعہ ضروری ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الکفوز الکبیر" میں اس پر بہت عمدہ بحث کی گئی ہے' جو اہل علم کے لئے تحقیق اور تفہیم کے نئے راستے بھی کھولتی ہے۔

۲ : ۶۴ : ۱(۳) [اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ]

❶ "اَلَمْ تَعْلَمْ" کا ابتدائی ہمزہ (اَ) استفہام کے لئے ہے (بمعنی "کیا"؟) ہمزۂ استفہام سیاق و سباقِ عبارت کے مطابق متعدد مفہوم دیتا ہے۔ اس کے بعض استعمالات البقرہ :۶ [۲ :۵ :۱(۳)] نیز البقرہ :۴۴ [۲ :۲۹ :۱(۵)] میں بیان ہوئے تھے۔ یہاں یہ تعجب یا تقریر (اقرار) کا مفہوم دیتا ہے' اور اگلا لفظ "لَمْ تَعْلَمْ" فعل علم یعلم بمعنی "جاننا' جان لینا" سے صیغہ مضارع منفی

بِلَمْ ہے۔ فعل "عَلِمَ" کے معنی و استعمال پر [۱ : ۲ : ۱ (۴)] اور [۲ : ۱۰ : ۱ (۳)] میں بات ہوئی تھی۔ اور فعل مضارع پر "لَمْ" کے استعمال اور اس کے اثر پر البقرہ : ۳۳ [۲ : ۲۳ : ۱ (۲)] میں (اَلَمْ اَقُلْ کے ضمن میں) بات ہوئی تھی کہ لَمْ مضارع کو بلحاظ صورت جزم دیتا ہے اور بلحاظ معنی اسے ماضی منفی مع جحد (بزور انکار) بنا دیتا ہے۔ اس طرح یہاں "اَلَمْ تَعْلَمْ" کا ترجمہ بنتا ہے "کیا تُو نے جانا ہی نہیں؟" اسی کو بعض نے "کیا نہ جانا تو نے؟" اور "کیا تم نہیں جانتے؟" سے ترجمہ کیا ہے جبکہ بعض نے اسے مزید بامحاورہ اور سلیس کرتے ہوئے "کیا تجھ کو / تم کو / تجھے / تمہیں معلوم نہیں / خبر نہیں" کی صورت دی ہے۔ لفظ "معلوم" فعل "عَلِمَ" سے اسم المفعول ہے اور اُردو میں رائج اور معروف ہے۔

❷ "اَنَّ اللّٰہَ" (کہ بیشک اللہ تعالیٰ)۔ یہ "اَنَّ" بھی "اِنَّ" کی اخوات (بہنوں) یعنی "اِنَّ 'اَنَّ' کَاَنَّ' لَیْتَ' لٰکِنَّ و لَعَلَّ" میں سے ایک ہے' جو حروفِ مشبّہ بالفعل بھی کہلاتے ہیں اور جو سب اپنے اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتے ہیں۔ ہر ایک پر بات اپنے موقع پر ہوگی۔ "اَنَّ" پر مختصراً بات البقرہ :٦ [۲ : ۵ : ۱] میں ہوئی تھی۔ "اِنَّ" اور "اَنَّ" دونوں کے معنی یکساں ہیں (بے شک' یقیناً' بلاشبہ' تحقیق) البتہ ان کے موقع استعمال میں فرق ہوتا ہے۔ گرامر کی بڑی کتابوں میں تو ان کے مواقع استعمال کے لیے چوڑے قواعد لکھے ہوتے ہیں' مثلاً یہ کہ دس مواقع ایسے ہیں جہاں لازماً "اِنَّ" (بکسر ہمزہ) آتا ہے۔ اور آٹھ مواقع ایسے ہیں جہاں لازماً "اَنَّ" (بفتح ہمزہ) آتا ہے اور نو کے قریب ایسے مواقع ہیں جہاں "اِنَّ" دونوں طرح استعمال ہو سکتے ہیں۔[1]

آپ مختصراً اتنا یاد رکھیں کہ کسی جملے کی ابتدا میں تو ہمیشہ "اِنَّ" ہی استعمال ہوتا ہے' مگر جملے کے درمیان میں "اَنَّ" آتا ہے۔ البتہ فعل "قَالَ یَقُوْلُ" کے کسی صیغے کے بعد درمیانِ کلام بھی "اِنَّ" آئے گا۔ مثلاً "اَشْھَدُ اَنْ......" آتا ہے مگر "اَقُوْلُ اِنَّ......" کہیں گے۔ اس فرق کی وجہ سے ہی "اِنَّ" کا ترجمہ تو "بے شک اور یقیناً" کرتے ہیں مگر "اَنَّ" کا ترجمہ "کہ بیشک۔ کہ یقیناً" کیا جاتا ہے۔ بلکہ اُردو محاورے میں تو بعض دفعہ صرف "کہ" پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے' جیسا کہ اس (زیر مطالعہ) موقع پر اکثر مترجمین نے کیا ہے۔

● اسم جلالت (اللّٰہ) کے بارے میں لغوی بحث "بسم اللّٰہ" یعنی [۱ : ۱ : ۲] میں گزری ہے۔

❸ "عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ" (ہر چیز پر ہر وقت اور ہر طرح سے قدرت رکھنے والا ہے)۔ اس عبارت (کے تمام کلمات) پر البقرہ :۲۰ [۲ : ۱۵ : ۱ (۱۰-۱۱)] میں بحث ہو چکی ہے۔ اور یہی

---

[1] مثلاً چاہیں تو دیکھ لیجئے معجم النحو' ص ۶۹ تا ۷۴

عبارت قرآنِ کریم میں قریباً ۳۵ مقامات پر آئی ہے۔ یہاں (اور باقی جگہوں پر بھی) اکثر نے ترجمہ "ہر چیز پر قادر ہے" سے کیا ہے۔ اُردو محاورہ کے لحاظ سے یہ ترجمہ درست ہے۔ تاہم ہم نے اُوپر جو ترجمہ لکھا ہے وہ قَادِرٌ (اسم الفاعل) اور قَدِیر (الصفة المشبهة) کے فرق کو ظاہر کرتا ہے۔ شاید اسی لئے اُردو کے بعض مترجمین نے اس کا ترجمہ "قدرت رکھتا ہے" اور "سب کچھ کر سکتا ہے" سے کیا ہے۔

● [اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ] بعینہٖ یہی عبارت ابھی اُوپر ❶ اور ❷ میں گزری ہے' لفظی ترجمہ ہے "کیا تُو نے جانا ہی نہیں کہ بیشک اللہ تعالیٰ"۔ بامحاورہ اور سلیس تراجم اُوپر دیکھئے۔

۲ : ۶۴ : ۱ (۴) [لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ] (اس ہی کے لئے ہے بادشاہی / سلطنت آسمانوں کی اور زمین کی)

❶ "لَهٗ" یہ لام الجر (لِ) + (ہ) ضمیر مجرورہ ہے۔ لام الجر ضمیروں کے ساتھ مفتوح (لَ) آتا ہے۔ اِس لام (لِ) کے مختلف معانی و استعمالات پر الفاتحہ :۲ [۱:۲:۱ (۲)] میں بات ہوئی تھی۔ یہاں یہ "کے لئے' کا (حق)' کی (ملکیت)" کے معنی میں آیا ہے۔ اس لئے اس کا ترجمہ "واسطے اس کے ہے / اس ہی کے لئے ہے / اسی کی ہے / اسی ہی کی ہے" کی صورت میں کیا گیا ہے اور چونکہ اس سے پہلے "اَنَّ اللّٰهَ" آیا ہے اور "لَهٗ" کی ضمیر اللہ کے لئے ہے اس لئے مترجمین نے محاورے کے مطابق اللہ کے ساتھ "اس" کو جمع نہیں کیا بلکہ "اس" کی بجائے اسمِ جلالت "اللّٰہ" لگا کر ترجمہ کیا ہے' یعنی "اللہ ہی کے لئے / اللہ ہی کی" کی صورت میں اور "ہی" لگانے کی وجہ "له" کا پہلے آنا ہے۔ اس پر مزید بات "الاعراب" میں ہوگی۔

❷ "مُلْكُ" جو یہاں مضاف ہے' کا مادہ "م ل ك" اور وزن "فُعْلٌ" ہے۔ اس مادہ سے فعل مجرد "مَلَكَ يَمْلِكُ = مالک ہونا" کے معانی باب اور استعمال پر الفاتحہ :۴ [۱:۳:۱ (۱)] میں بات ہوئی تھی اور پھر البقرہ :۱۰۲ [۲:۶۲:۲ (۱)] میں خود یہی لفظ (مُلْكُ) پہلی دفعہ گزر چکا ہے۔ یہ لفظ مفرد مرکب معرفہ نکرہ مختلف حالتوں میں قرآنِ کریم کے اندر پچاس کے قریب مقامات پر آیا ہے اور اس کے بنیادی معنی میں قوت' قبضہ اور حکم کا مفہوم ہے۔ اس کا اُردو ترجمہ "بادشاہی' حکمرانی' سلطنت' اقتدار" کی صورت میں کیا جا سکتا ہے۔ جب یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے لئے مذکور ہو تو اس کے معنی "حقیقی بادشاہی اور اقتدارِ اعلیٰ" کے ہوتے ہیں۔

❸ "السَّمٰوٰتِ" جس کا مادہ "س م و" اور وزن (لام تعریف نکال کر) "فَعَالات" ہے۔ یہ "السَّمَاء" (آسمان) کی جمع مؤنث سالم ہے۔ لفظ "السَّمَاء" (واحد) پر بات البقرہ :۱۹ [۲:

۱:۱۴ (۳)] میں ہوئی تھی اور "سمٰوٰت" (جمع نکرہ) کا لفظ پہلی دفعہ البقرہ :۲۹ [۲:۲۰:۱ (۱۰)] میں زیرِ بحث آیا تھا۔ (سَبْعَ سمٰوٰتٍ کے ضمن میں)۔ "السمٰوٰت" کا اُردو ترجمہ "آسمانوں" ہے۔

❹ "وَالاَرْضِ" میں "و" تو عاطفہ (بمعنی "اور") ہے اور لفظ "الارض" (بمعنی "زمین") کے مادہ اور معنی وغیرہ پر پہلی دفعہ البقرہ :۱۱ [۲:۹:۱ (۴)] میں مفصل بات ہو چکی ہے۔

● اِس طرح اس پوری عبارت (اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ) کو ملا کر اس کا بامحاورہ و سلیس ترجمہ (لفظی ترجمے اُوپر لکھ دیئے گئے ہیں) "له" کی ضمیر "ہ" کی بجائے اس کے مرجع "اللّٰه" کو استعمال کرتے ہوئے "اللہ / ہی کو / ہی کے لئے / ہی کو / ہے بادشاہی / سلطنت / بادشاہت / آسمانوں اور زمین کی" کی صورت میں کیا گیا ہے۔ بعض نے اُردو جملے کے ساخت کو ملحوظ رکھتے ہوئے "آسمان / آسمانوں اور زمین کی سلطنت / بادشاہت اسی اللہ کی / خدا ہی کی ہے" کے ساتھ ترجمہ کیا ہے۔ بعض نے "اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ" کی ترکیب کی وجہ سے ترجمہ "کہ حق تعالیٰ (اللہ) ایسے ہیں کہ خاص ان ہی کی ہے......" کی صورت میں کیا ہے۔ تمام تراجم کا مفہوم یکساں ہے۔

۲ : ۶۴ : ۱ (۵) [وَمَالَكُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ....] اس حصہ عبارت کے تمام کلمات بھی پہلے گزر چکے ہیں۔ ہر ایک کی مختصراً وضاحت یوں ہے :

❶ "وَ" کا ترجمہ تو "اور" ہی سے ہوگا۔ تاہم یہ "و" استیناف کے لئے ہے کیونکہ یہاں سے ایک نیا مضمون شروع ہوتا ہے۔ اور اسی لئے اس سے سابقہ جملے کے آخر پر وقف مطلق "ط" لکھا گیا ہے۔ مستانفہ واو (یا واو الاستیناف) پر البقرہ :۸ [۲:۷:۱ (۱)] میں مفصل بات ہوئی تھی۔

❷ "مَا" (نہیں ہے)۔ یہاں "مَا" نافیہ مشابہہ بِلَيْسَ ہے' جسے "مَا الحِجازية" بھی کہتے ہیں' دیکھئے البقرہ :۳ [۲:۲:۱ (۵)]۔

❸ "لَكُمْ" (تمہارے لئے' تمہارا' تمہارے واسطے) اس میں ضمیر مجرور (کم) بمعنی "تم" سے پہلے لام الجر (لِ) ہے جو ضمیر کی وجہ سے مفتوح ہے۔ لام الجر کے مختلف معانی پر الفاتحہ :۱ [۱:۲:۱ (۲)] بات ہوئی تھی۔

❹ "مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ" (اللہ کے سوا / کے بغیر / کے مقابلے پر) بعینہٖ یہی ترکیب البقرہ : ۲۴ [۲ : ۱۷ : ۱ (۹)] میں گزر چکی ہے۔ وہاں "دُوْنَ" کے بطور ظرف مضاف (جو اکثر مجرور "بِمِنْ" بھی آتا ہے) کے استعمال اور اس کے ۱۲ مختلف معانی پر بات ہوئی تھی۔ یہ لفظ (دُوْن)

مختلف تراکیب میں (اور زیادہ تر مجرور "بِمِن" ہو کر) قرآنِ کریم میں ۹۲ مقامات پر آیا ہے۔

● اِس طرح اس حصہ عبارت (وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللّٰه) کا لفظی ترجمہ بنتا ہے "اور نہیں ہے تمہارے لئے سوائے اللہ کے" جسے زیادہ تر نے "اللہ کے سوا" اور بعض نے "خدا کے سوا" یا "حق تعالیٰ کے سوا" سے ترجمہ کیا ہے۔ "واسطے تمہارے / تمہارے لئے" کو اکثر نے "تمہارا" کی سلیس اور بامحاورہ شکل دی ہے۔ بعض نے "تم مسلمانوں کا" سے ترجمہ کیا ہے جسے تفسیری ترجمہ کہہ سکتے ہیں۔

۲ : ۶۴ : ۱ (۶) [..... مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ] یہ حصہ عبارت سابقہ (مندرجہ بالا) عبارت کے ساتھ (بلحاظ ترکیب جملہ) مربوط ہے۔ اِسی لئے اُس عبارت کے آخر پر اور اِس عبارت کے شروع میں نقطے (......) ڈالے گئے ہیں۔ اِس (زیر مطالعہ) عبارت کے بھی سب الفاظ بلحاظ "مادہ" تو پہلے گزر چکے ہیں' البتہ بلحاظ ساخت و اشتقاق دو لفظ "وَلِيّ" اور "نَصِير" نئے ہیں' لہٰذا ان کی وضاحت ضروری ہے۔ تفصیل یوں ہے:

❶ "مِنْ" یہاں تنصیصِ نکرہ کے لئے ہے' یعنی اس سے نکرہ میں مزید عموم اور تاکید کا مفہوم ہوتا ہے۔ دیکھئے البقرہ :۳ [۲ : ۲ : ۱ (۵)] اسے "مِن زائدہ" بھی کہتے ہیں' اس کی وجہ سے اگلے لفظ (وَلِي اور نَصِير) سے پہلے ترجمہ میں "کوئی بھی" لگے گا۔

❷ "وَلِيّ" کا مادہ "و ل ی" اور وزن "فَعِيل" ہے (جو یہاں مجرور آیا ہے) گویا یہ لفظ دراصل "وَلِيْيٌ" تھا جس میں آخری دو "ی" (یْ ی) مدغم ہو کر "یّ" بن گئی ہیں۔

● اس مادہ سے فعل مجرد "وَلِيَ يَلِي = قریب ہونا' آس پاس ہونا" پر البقرہ:۶۴ [۲:۴۱:۱(۴)] میں بات ہوئی تھی۔ یہ لفظ (وَلِيّ) اس فعل مجرد سے صفت مشبہ کا صیغہ بھی ہو سکتا ہے اور اسم مبالغہ بھی۔ پہلی صورت میں اس کا مطلب ہوگا "ہر وقت' ہر جگہ قریب اور پاس" اور دوسری صورت میں اس کا مطلب ہوگا "بہت زیادہ قریب اور پاس"--- اسی لئے اس لفظ کا ترجمہ "دوست / یار / حمایتی / حامی" کی صورت میں کیا گیا ہے۔ اور اس کا ترجمہ "سرپرست / کارساز" بھی ہو سکتا۔ ان سب الفاظ میں بنیادی مفہوم "قرب اور نزدیکی" کا ہے' چاہے وہ بلحاظ مکان (جگہ) ہو یا بلحاظ نسب یا بلحاظ دین یا بلحاظ حمایت اور دوستی ہو---- لفظ "وَلِيّ" قرآنِ کریم میں مفرد مرکب معرفہ نکرہ مختلف اعرابی حالتوں میں ۴۴ جگہ استعمال ہوا ہے اور اکثر جگہ اللہ تعالیٰ کو اہل ایمان کا "وَلِيّ" کہا گیا ہے۔ اسی لفظ کی جمع مکسر "اَولياءُ" (غیر منصرف) ہے اور یہ لفظ بھی قرآنِ کریم میں چالیس سے زائد جگہ وارد ہوا ہے۔

❸ "وَلَا" (اور نہ ہی) "وَ" بمعنی "اور" کئی دفعہ گزر چکا ہے اور "لَا" بمعنی "نہ / نہیں" یہاں "مَا نافیہ" کے بعد آیا ہے' لہٰذا "نفی" کے مفہوم کی تکرار کے باعث اس کا اُردو میں صحیح مفہوم "نہ" کے بعد "ہی" لگانے سے واضح ہو سکتا ہے۔

❹ "نَصِیر" (مددگار)۔ جس کا مادہ "ن ص ر" اور وزن "فَعِیل" ہے۔ اس مادہ سے فعل مجرد "نصَر ینصُر = مدد کرنا" کے باب اور معنی وغیرہ پر البقرہ :۴۸ [۲:۳۱:۱(۷)] میں بات ہوئی تھی۔ خیال رہے "نصَر" کا اصل مفہوم ایسی مدد کرنا ہوتا ہے جو آدمی کو (دشمن وغیر کے مقابلے پر) کامیاب کر دے۔ لفظ "نَصِیر" اس فعل سے اسم المبالغہ کا صیغہ ہے (عموماً صفت مشبہ فعل لازم سے اور اسم مبالغہ فعل متعدی سے آتا ہے)۔ اُردو میں قریباً سب نے ہی اس کا ترجمہ "مددگار" کیا ہے۔

● یوں اتنی عبارت (..... مِن وَلِیٍّ وَلَا نَصِیر) کا لفظی ترجمہ بنتا ہے "..... کوئی بھی دوست اور نہ ہی کوئی مددگار"۔ جیسا کہ ابھی مذکور ہوا لفظ "وَلِیّ" کا ترجمہ بعض دوسرے الفاظ (حمایتی' حامی' کارساز' سرپرست وغیرہ) سے بھی کیا جا سکتا ہے۔ نَصِیر کا ترجمہ "مدد والا" بھی کیا گیا ہے جو خالص اُردو ترکیب ہے۔ اکثر نے یہاں "مِنْ" کے ترجمہ میں "کوئی" کے ساتھ "بھی" کو اور "وَلَا" کے ترجمہ میں "نہ" کے ساتھ "ہی" کو نظرانداز کیا ہے۔ البتہ بعض نے نکرہ (کوئی) کی تکرار کو ملحوظ رکھ کر ترجمہ "نہ کوئی دوست ہے نہ کوئی مددگار" کوئی نہیں حامی اور نہ کوئی مددگار" کی صورت میں کیا ہے اور بعض نے (شاید اُردو محاورہ کی خاطر) ایک جگہ "کوئی" اور دوسری جگہ "نہ" کا استعمال کیا ہے۔ یعنی "کوئی دوست اور نہ مددگار / کوئی حمایتی ہے اور نہ مددگار / کوئی حمایتی اور نہ مددگار" کی صورت میں۔ جبکہ بعض حضرات نے اُردو جملے کی ساخت کا لحاظ رکھتے ہوئے سابقہ عبارت (وَمَا لَكُم مِّن دُونِ اللّٰہ) کے "مَا" کا ترجمہ آخر پر بصورت "نہیں" لائے ہیں۔ مثلاً "کوئی یار و مددگار بھی نہیں / کوئی دوست / یار و مددگار نہیں" کی صورت میں---- تمام تراجم کا مفہوم یکساں ہے۔ البتہ جس نے "کوئی بھی / نہ ہی" کے ساتھ یا "کوئی" اور "نہ" کی تکرار سے ترجمہ کیا ہے وہ اصل سے قریب تر ہے۔

بقیہ : حواشی از صفحہ ۴۴

{۷۳} ابوداؤد' امام' سنن ابی داؤد' کتاب اللباس' جلد ششم' ص ۲۴

{۷۴} ایضاً جلد پنجم' ص ۲۸۴' کتاب الاشربہ باب الشرب

{۷۵} انسان کامل' ڈاکٹر خالد علوی

{۷۶} خطیب طبریزی' مشکوٰۃ المصابیح' ص ۴۵۹' مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی {۷۷} ایضاً' ص ۴۵۶